129319 ـ ساس بہو اور اس کے خاندان سے برا سلوک کرتی ہے

سوال

میری والدہ میری بیوی کو بغیر ناحق تنگ کرتی ہے حتی کہ بیوی کے خاندان والوں کو بھی برا کہتی ہے، اور بیوی اور اس کے خاندان والوں پر ناحق غلط قسم کے الزامات لگاتی رہتی ہے، اس کے نتیجہ میری بیوی اپنی ساس سے قطع تعلق کرنے لگی ہے.

یہ علم میں رہے کہ میں والدہ کو ملتا رہتا اور ٹیلی فون پر بھی ان کی خیریت دریافت کرتا رہتا ہوں، میری والدہ کو میری بیوی کی جانب سے قطع تعلقی کی توقع نہ تھی لیکن جب بیوی نے ایسا کیا تو والدہ اس کا الزام مجھ پر لگانے لگی کہ میں نے ہی بیوی کو ایسا کرنے کی اجازت دی ہے، والدہ کہتی ہے کہ جب تك میری بیوی کے اس سے تعلقات صحیح نہیں ہوتے تو وہ مجھ سے قیامت تك راضی نہیں ہوگی، میں بیوی پر سختی نہیں کرنا چاہتا بلکہ اسے اختیار دیا ہے کہ وہ رابطہ رکھے یا نہ رکھے، اب تو والدہ مجھے ناحق بد دعائیں دینے لگی ہیں.

میرا سوال یہ ہے کہ: کیا میری بیوی کا اپنی ساس سے قطع تلقی کرنے میں کوئی محرومیت ہے یا پھر ایسا کرنے کا حکم کیا ہے ؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ: کیا والدہ کو حق ہے کہ وہ مجھ پر راضی ہونے کے لیے اپنے ساتھ میری بیوی کے تعلقات بحال کرنے اور ملنے کی شرط رکھے، حالانکہ میں نماز میں والدہ کے لیے دعا مانگتا رہتا ہوں، اور والدہ کی جانب سے صدقہ بھی کرتا ہوں ؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ: اگر میری بیوی قطع تعلقی پر مصر رہے تو کیا والدہ کی ناراضگی کا گناہ مجھ پر ہوگا یا نہیں ؟

برائے مہربانی معلومات فراہم کر کے عند اللہ ماجور ہوں.

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

ہمارے عزیز بھائی اس طرح کی خاندانی مشکلات کی بنا پر ازدواجی زندگی پراگندہ ہو کر رہ جاتی ہے، اور ذہن مشغول ہر کر رہ جاتا ہے، لیکن عقلمندی اور حکمت کے ساتھ اس طرح کے مسائل کو حل کرنے اور عدل و انصاف پر عمل کرتے ہوئے ہر ایك کو کا اس کا حق دینے سے یہ مشکلات ختم ہو سکتی ہیں، اس لیے آپ والدہ کے عظیم حق کی ادائیگی پر صبر و تحمل سے کام لیں، اور انہیں راضی کرنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی ماں یعنی اپنی بیوی سے بھی محبت و مودت اور الفت قائم رکھیں، اس سے بہتر سلوک اور اچھا معاملہ کرنے کی بنا پر یہ مشکل

حل ہو سکتی ہے.

دوم:

اللہ تعالی ہماری اور آپ کی اصلاح فرمائے ہر ایك لیے دوسرے کے حقوق کو معلوم کرنا اور جاننا ضروری ہے، اس لیے قابل احترام ماں کو معلوم ہونا چاہیے کہ بہو کے بھی کچھ حقوق ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ نے مقرر فرمائے اور ان کی ادائیگی کی وصیت فرمائی ہے.

اسی طرح بہو کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ماں کے بھی اپنی اولاد پر کچھ حقوق ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالی نے فرض کیے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تاکید فرمائی ہے.

اس کے بعد دونوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب اللہ تعالی نے ہر ایك کے کچھ حقوق مقرر کیے ہیں، اور ظلم و زیادتی کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اللہ تعالی نے بندوں کے لیے جو حدود و قیود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز کرنا منع کیا ہے، اس لیے ہر ایك شخص کو چاہیے کہ حدود سے تجاوز مت کرے، اور کسی دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے لیے کسی ایك کے حقوق پر بھی ظلم و زیادتی مت کرے.

سوم:

آپ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا بیان کردہ عدل و انصاف والا معیار استعمال کریں کہ اس وقت تك کوئی شخص مومن ہی نہیں ہو سکتا جب تك وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، حتی کہ جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی ناپسند نہ کرنے لگے.

لہذا والدہ کو یہ سمجھائیں کہ: قابل احترام ماں کیا ہم میں سے کوئی ایك بھی (چاہے وہ کوئی بھی ہو) کیا یہ پسند کرتا ہے کہ غلط قسم کی باتیں کر کے اس کے جذبات مجروح کیے جائیں ؟

کیا ہم سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے ساتھ غیر شائستہ اور غیر لائق قسم کے تصرفات اور کام کیے جائیں ؟

کیا کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے خاندان وغیرہ کے ساتھ برا سلوك کیا جائے اور ان کے بارہ میں غلط باتیں کی جائیں ؟

اور بیوی سے بھی کہیں میری عزیز بیوی کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ مجھ پر میری والدہ ہمیشہ کے لیے ناراض ہو جائے اور میرے لیے دعا کرنے کی بجائے بددعائیں کرنے لگے ؟

کیا آپ اپنے لیے ایسا عمل پسند کرتی ہیں ؟ چاہے ا سکا کوئی بھی سبب ہو ؟

آپ اس طرح كى كوئى تدبير كريں جس سے آپ دونوں كے دل ميں يہ ڈال سكيں كہ آپ كے ليے اس كا معاملہ زيادہ مہما ور اہميت ركھتا ہے، اور دونوں كى ناراضگى آپ كے ليے بہت دكھ كا باعث ہے.

ليكن اس سلسلہ ميں آپ غلط طريقہ اور برا سلوك كرنے والے كے مخالف مت ہوں (خاص كر والدہ كے) اور واضح طور پر اسے مت كہيں كہ تم ظلم و زيادتى كر رہى ہو، اور نہ ہى اسے ايسا باور كرائيں جس كى بنا پر حالات مزيد خراب ہو جائيں اور تعلقات ميں مزيد بگاڑ پيدا ہو.

ليكن آپ پورى حكمت كے ساتھ اور بہتر وعظ و نصيحت استعمال كرتے ہوئے اسے حل كرنے كى كوشش كريں.

آپ بيوى سے ايسى كلام كريں جو معافى و درگزر كى غماضى كرتى ہو اور اس كے كان ميں معاف و درگزر كا طريقہ ڈاليں كيونكہ اللہ سبحانہ و تعالى كا فرمان ہے:

نيكى اور برائى برابر نہيں ہو سكتى، آپ برائى كو اچھائى كے ساتھ دور كريں تو وہى جو آپ كا دشمن تھا وہ دلى دوست ميں بدل جائيگا فصلت (34).

اور پھر رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" معافى و درگزر سے اللہ تعالى عزت ميں اور اضافہ فرماتا ہے "

صحيح مسلم حديث نمبر (2588).

اور ايك دوسرى حديث ميں رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم كا فرمان كچھ اس طرح ہے:

" بندے پر جو بھى ظلم ہو اور وہ اس پر صبر كرے تو اللہ تعالى اس كى عزت ميں اور اضافہ كرتا ہے "

سنن ترمذى حديث نمبر (2325) علامہ البانى رحمہ اللہ نے اسے صحيح قرار ديا ہے.

آپ اپنى بيوى كو بتائيں كہ معافى و در گزر اللہ تعالى كو بہت محبوب ہے، اور آپ ايسے شخص كو معاف كريں گى جو مجھے سب سے زيادہ عزيز اور محبوب ہے يعنى ميرى والدہ ہے اس سے آپ ميرے نزديك اور زيادہ عزت و تكريم كى باعث بن جائينگى.

چہارم:

آپ كى بيوى كے ليے اپنى ساس سے بائيكاٹ كرنا اور جھگڑنا جائز نہيں؛ كيونكہ كسى بھى مسلمان شخص كے ليے اپنے دوسرے مسلمان بھائى سے تين دن سے زائد ناراض رہنا جائز و حلال نہيں ہے، سب كو اس كا علم بھى ہے اور

پھر رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم كا فرمان بھى يہى ہے.

اور ايك صحيح حديث ميں رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم كا فرمان ہے:

" جس نے بھى اپنے بھائى سے ايك برس تك قطع تعلقى كى يہ اس كے خون كرنے كے مترادف ہے "

سنن ابو داود حديث نمبر (4915) علامہ البانى رحمہ اللہ نے اسے صحيح قرار ديا ہے.

اور رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم كا يہ بھى فرمان ہے كہ:

" كسى بھى مسلمان شخص كے ليے كسى دوسرے مسلمان سے تين راتوں سے زيادہ قطع تعلقى كرنا حلال نہيں، جب تك وہ دونوں ايك دوسرے سے ناراض ہيں تو وہ حق سے دور ہيں اور ان دونوں ميں سے جو پہلے اپنى نارضگى چھوڑ دے تو يہ اس كى ناراضگى كا كفارہ بن جائيگا، اور اگر وہ سلام كرے اور دوسرا قبول نہ كرے اور سلام كا جواب نہ دے تو فرشتے سلام كا جواب ديتے ہيں، اور دوسرے كو شيطان جواب ديتا ہے، اور اگر وہ دونوں اپنى ناراضگى پر ہى فوت ہو جائيں تو كبھى بھى جنت ميں داخل نہيں ہونگى "

مسند احمد حديث نمبر (15824) علامہ البانى رحمہ اللہ نے السلسلۃ الاحاديث الصحيحۃ (1246) ميں اسے صحيح قرار ديا ہے.

ليكن اگر ساس اور بہو كو اكٹھا ركھنے ميں مستقل طور پر بيوى كے ليے اذيت كا باعث بنے اور بہو كے خاندان والوں كو طعن كرنے كا باعث بنتا ہے تو پھر ماں كے ليے ايسا كرنا جائز نہيں ہے، اور اسى طرح آپ كا اس معاملہ ميں خاموشى اختيار كرنا بھى جائز نہيں، كيونكہ لوگوں كے حقوق كا احترام كرنا چاہيے، اور پھر جو كوئى شخص بھى كسى دوسرے مسلمان كو ناحق اذيت ديتا ہے كا قيامت كے روز اسے اس كا حساب دينا ہوگا.

وہ مفلس والى حديث سب كو معلوم ہے جس ميں رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے بيان كيا ہے كہ مفلس شخص وہ ہو گا جو روز قيامت نماز روزے اور زكاۃ جيسے اعمال كے ساتھ آئيگا ليكن اس نے كسى شخص كا ناحق مال كھايا اور كسى كا ناحق خون بہايا ہوگا، اور كسى كو زدكوب كيا ہوگا تو مظلوم شخص كى اس كى نيكياں دى جائينگى، اور نيكياں ختم ہو جانے كى صورت ميں مظلومين كے گناہ ظالم شخص پر ڈال ديے جائيں گے، اور اس طرح وہ جہنم ميں ڈال ديا جائيگا.

چنانچہ والدہ كو اس عظيم خطرہ سے متنبہ رہنا چاہيے، اور ايسى ماں كو نرم اور لطيف الفاظ اور لہجہ ميں وعظ و نصيحت كے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ و تعالى كا خوف بھى دلايا جائے.

اس بنا پر اگر ساس اپنى بہو كے ساتھ يہى سلوك كرنے پر مصر ہو تو پھر ساس كو ايسا كرنے سے روكنے كے ليے

بہو کو ساس کے گھر جانے اور اس سے ملنے سے روك دینا چاہیے اور اس صورت میں بہو کے لیے اپنی ساس سے میل ملاپ نہ کرنے اور اس کے پاس نہ جانا جائز ہوگا، کیونکہ دراصل بہو کے لیے ایسا کرنا واجب ہی نہیں، بلکہ واجب تو یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی سبب کے بائیکاٹ اور قطع تعلقی کرنے سے اجتناب کیا جائے.

اگر بالفرض ہم یہ کہیں کہ بیوی اس سے درگزر کرتے ہوئے معاف کر دیتی ہے، اور اپنے حق سے دستبردار ہو جاتی ہے تو پھر اس کے خاندان کے حق کیا کیا ہوگا ؟

اس کے خاندان والوں کا کیا قصور اور گناہ ہے کہ ان کی توہین و اہانت کی جائے اور ان کی غیر موجودگی میں انہیں برے الفاظ میں یاد کیا جائے حالانکہ انہوں نے کسی جرم کا ارتکاب تك نہیں کیا ؟

لیکن اگر بالفرض ساس اور بہو دونوں کسی ایك جگہ اکٹھی ہو جائیں تو بہو کو اپنی ساس کو سلام کرنی چاہیے اور حال احوال دریافت کرنے چاہیں کیونکہ سلام میں پہل کرنے والا شخص بہتر اور افضل ہے، اور جب ساس اپنی بہو سے بات کرے یا سلام کرے تو بہو کو جواب دینا چاہیے.

اس صورت میں آپ کے لیے کوئی نقصاندہ نہیں کہ آپ والدہ کو بد دعا کی دھمکی دیں، اور آپ اسے ناراضگی کی دھمکی دے سکتے ہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالی نے اپنے اوپر ظلم حرام کیا ہے، اور اسی طرح لوگوں کا بھی ایك دوسرے پر ظلم کرنا حرام قرار دیا ہے، اور والدہ کو یہ بتا دیں کہ اللہ سبحانہ و تعالی ظالموں سے محبت نہیں کرتا، اور اللہ تعالی کو ظالم لوگ پسند نہیں.

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اے ایمان والو تم حق پر قائم رہو، اور اللہ کے لیے راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی ناانصافی پر مت ابھارے، بلکہ عدل و انصاف کرو یہی تقوی کے زیادہ قریب ہے المآئدۃ (8).

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ: تم اپنے افعال اور اقوال میں عدل و انصاف سے کام لو، اور ہر قریبی اور دور والے کے ساتھ عدل و انصاف کرو، چاہے وہ دوست ہو یا دشمن اس سے انصاف ضرور کرو.

کسی قوم سے دشمنی اور بغض تمہیں ظلم و زیادتی پر مت ابھارے کہ تم اس سے انصاف نہ کرو، بلکہ جیسے تم اپنے دوست کے حق میں گواہی دیتے ہو، اسی طرح اس کے خلاف بھی گواہی دینے سے گریز مت کرو، بلکہ جس طرح تم اپنے دشمن کے خلاف گواہی دیتے ہو اس دوست کے خلاف بھی گواہی دو، چاہے وہ کافر ہو یا بدعتی کیونکہ عدل و انصاف کرنا واجب ہے.

دیکھیں: تفسیر السعدی (224).

اور یہ بھی ہے کہ جس طرح کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل و انصاف ترک کرنے پر نہیں ابھارتی اسی طرح کسی دوسرے کی محبت بھی تمہیں اسے ترک کرنے پر مت ابھارے بلکہ تمہیں ہر حالت میں عدل و انصاف کرنا چاہیے.

اگر آپ اپنی استطاعت کے مطابق اصلاح کرنے کی کوشش کرنے کے باوجود ان کی اصلاح سے عاجز ہوں تو پھر آپ پر کوئی گناہ نہیں، چاہے والدہ آپ کو بد دعا کرنے کی بھی دھمکی دیتی رہے، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالی گناہ یا قطع رحمی کے ساتھ دعا قبول نہیں فرماتا.

لیکن پھر بھی والدہ کے ساتھ حسن سلوک مکمل کرنا ہو گا اور والدہ کی جانب سے دو ناپسندیدہ امور صادر ہوں اس پر صبر و تحمل سے کام لیں.

اللہ سبحانہ و تعالی ہی سیدھی راہ کی راہنمائی کرنے والا ہے.

مزید آپ سوال نمبر (82453) کے جواب کا مطالعہ کریں.

تنبیہ:

سائل کا یہ کہنا کہ:

" میں نماز میں ابھی تک والدہ کے لیے دعا مانگتا ہوں اور اس کی جانب سے صدقہ و خیرات کرتا ہوں"

دعا کرنا تو ایک اچھا اور بہتر کام ہے، جو والدہ کے ساتھ حسن سلوک میں شامل ہوتا ہے، لیکن والدہ کی زندگی میں اس کی جانب سے صدقہ و خیرات کرنا سلف صالحین سے ثابت نہیں، بلکہ معروف تو یہی ہے کہ میت کی جانب سے ہی صدقہ و خیرات کیا جاتا ہے جیسا کہ درج ذیل بخاری اور مسلم شریف کی حدیث سے ثابت ہے:

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میرے والدہ اچانک فوت ہو گئی ہے میرے خیال میں اگر وہ بات کرتی تو صدقہ ضرور کرتی، کیا میں اس کی جانب سے صدقہ کروں ؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں تم اس کی جانب سے صدقہ کرو "

صحیح بخاری حدیث نمبر (2760) صحیح مسلم حدیث نمبر (1004).

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اس حدیث میں بیان ہوا ہے کہ میت کی جانب سے کیا گیا صدقہ میت کو فائدہ دےگا اور اسے اس کا ثواب ہوگا،

اور یہ علماء کرام کا اجماع بھی ہے " انتہی

اس لیے والدہ کی خدمت کرنا، اور اس کی غیر موجودگی میں والدہ کے لیے دعا کرنا اور مالی اور دوسری معاونت کر کے صلہ رحمی کرنا مشروع ہے لیکن زندگی میں والدہ کی جانب سے صدقہ کرنا مشروع نہیں، کیونکہ ہمارے علم کے مطابق تو اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی.

واللہ اعلم .